مولانا محمد طارق محمود

اکابر دیوبند کی تواضع کے واقعات

اکابر دیوبند علمی اور عملی کمالات کے جامع تھے۔ ان حضرات کے کمالات میں ایک نمایاں وصف تواضع تھا۔ تواضع کا مقابل تکبر ہے۔ تکبر ایسا گناہ ہے کہ اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ تمام گناہوں کی جڑ یہی ہے۔ ابلیس کی علت یہی انانیت تھی۔ تکبر کہتے ہیں کسی دینی یا دنیاوی کمال میں اپنے آپ کو اپنے اختیار سے دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اسے حقیر سمجھے۔ اگر اپنے کسی کمال کا خیال آئے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ میرا ذاتی کمال نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے وہ جب چاہیں اسے چھین لیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ دوسرے میں کوئی ایسا کمال ہو جس کی وجہ سے اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے زیادہ ہو۔ (تربیت السالک: جزو سوم، باب سوم، ص ۱۰۸، ۱۰۱ ملخصا، خطبات حکیم الامت (۲۵/ ۸۴)

تواضع کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی اپنے سے نفی کرے، بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنے کمال سے نہ سمجھے، بلکہ محض فضل ورحمت سمجھے۔ (خطبات حکیم الامت ۲۵/ ۲۲۱) اس مضمون میں اپنے مشائخ دیوبند کی تواضع کے متفرق واقعات نقل کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ: (۱۲۳۳۔۱۳۱۷ھ) حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ بعض اوقات تمام رات اس ایک شعر کو پڑھ پڑھ کر روتے روتے گزار دیتے تھے:

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم ہم سر من پیدا مکن

(اے خدا اس بندہ کو رسوا نہ کرنا۔ اگر برا ہوں تو بھی میرا راز ظاہر نہ کرنا)۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۱۶۹) ایک خط میں (اپنے مرید) حضرت گنگوہی کو تحریر فرماتے ہیں: اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر (حضرت حاجی امداداللہ) کے نقصان وعیوب چھپ گئے ہیں۔ وہ تمھاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے۔ ان شاء اللہ قیامت میں بھی ایسی ہی پردہ پوشی کی امید ہے۔ وہ تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے۔ (مکاتیب رشیدیہ ص ۴) کچھ حد ہے اس تواضع کی!

ایک دفعہ حضرت کے خدام کا قافلہ جدہ سے مکہ خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے باب مکہ پر آکر ان کا استقبال کیا۔ ہر ایک سے بغل گیر ہوئے اور ہنس ہنس کر حال دریافت فرمایا چاہے اجنبی ہو یا واقف۔ اپنے مکان پر لاکر سب کو ٹھہرایا اور صبح کھانے کی دعوت سب کی حضرت کے دسترخوان پر ہوئی۔ شفقت وتواضع وتحمل جس درجہ اس واقعہ سے ظاہر ہے محتاج بیاں نہیں۔ (امدادالمشتاق: ص ۱۹۶۔۱۹۸ ملخصاً)

حضرت حاجی صاحب کے پاس ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتادیجیے گا کہ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوجائے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کو بڑا حوصلہ ہے! ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہوجائے۔ اللہ اکبر! کس قدر شکستگی وتواضع کا غلبہ تھا! (ملفوظات حکیم الامت: ۱/۸۰) ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ (مصدر سابق: ۱/۱۵۱)۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ: (۱۲۴۴ - ۱۳۲۳ھ) میں (مولانا اشرف علی تھانوی) جب عازم سفر حجاز ہوا تو ایک بار حاضری کے بعد عریضے کے ذریعے سے حضرت قدس اللہ سرہ کی خدمت میں اپنی تیاری سفر کی اطلاع کی۔ حضرت کا جو جواب آیا اس میں لکھا تھا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر مجھ کو بھی یاد رکھنا۔ اور یہ شعر تحریر فرمایا:

چوں با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

بہ یاد آر حریفاں بادہ پیمارا

(جب دوست کے ساتھ بیٹھ کر جام پیو۔ تو اپنے حریفوں کو بھی یاد کرلینا)

اس سے حضرت قدس اللہ سرہ کا کمال تواضع ظاہر ہے کہ ایسے نااہل سے ایسی فرمائش! یہ قصہ بعینہ مشابہ اس کے ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اجازت عمرے کی مانگی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بھائی ہم کو بھی دعا میں شریک کرنا بھولنا مت۔ پس تواضع کے ساتھ کمال اتباع سنت بھی اس قصے سے ثابت ہے۔ (یادیاراں: ص ۲۳ مشمولہ میرے اکابر)

حضرت مولانا گنگوہی ایک مرتبہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی۔ سب طلباء کتابیں لے لے کر اندر بھاگے مگر مولانا سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اٹھا کر لے چلیں! لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے! (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/ ۷۹) مولانا گنگوہی سے پوچھا آپ تسخیر جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں جب ہی تو مولوی عبدالرحیم صاحب جیسے لوگ میرے یہاں ہیں! دیکھیے کیا تواضع ہے کہ اپنے خادموں کی نسبت ایسا کہتے ہیں! (ملفوظات حکیم الامت: ۲۰/ ۱۷۵)

۳۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ: (۱۲۴۸۔۱۲۹۷ھ) حضرت مولانا قاسم صاحب جس طالب علم کے اندر تکبر دیکھتے تھے اس سے کبھی کبھی جوتے اٹھوایا کرتے تھے، اور جس کے اندر تواضع دیکھتے تھے اس کے جوتے خود اٹھالیا کرتے تھے۔ (ارواح ثلاثہ: ص ۲۳۶)

مولانا نانوتوی سفر حج میں تھے۔ اس سفر میں ان کا جہاز یمن کی ایک بندرگاہ پر ٹھہر گیا۔ اور مولانا کو معلوم ہوا کہ یہاں جہاز چند دن قیام کرے گا۔ چونکہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں سے قریب بستی میں ایک بہت معمر عالم اور محدث رہتے ہیں اس لئے آپ جہاز سے اتر کر ان کی خدمت میں روانہ ہوگئے۔ انہوں نے حضرت کے اساتذہ کا سلسلہ دریافت فرما کر سند حدیث دیدی۔ باوجود کامل ہونے کے دوسرے اہل کمال سے استفادہ فرمانا کمال تواضع اور حرص دین کی دلیل ہے۔ (مصدر سابق: ص ۱۸۵ ملخصاً)

حضرت نانوتوی علماء کی وضع عمامہ کرتہ کچھ نہ رکھتے۔ ایک دن آپ فرماتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔ میں (مولانا محمد یعقوب نانوتوی) کہتا ہوں، اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا؟ جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے؟ کیا اس میں سے ظاہر ہوئے؟ آخر سب کو خاک میں ہی ملادیا، اپنا کہنا کر دکھایا! (حالات طیب: ص ۵۶، ۵۷)

۴۔ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ: (۱۲۴۹۔۱۳۰۲ھ) مولانا محمد یعقوب صاحب کتنے بڑے عالم تھے، لیکن درس میں اگر کسی ادنیٰ طالب علم نے بھی مولانا کے خلاف تقریر کردی اور وہ جی کو لگ گئی تو فوراً مان لیتے تھے، اور صاف الفاظ میں فرماتے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ پھر دو چار سیکنڈ کے بعد فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ یہاں تک کہ مخاطب خود شرمندہ ہوجاتا تھا۔ اور جہاں کوئی شبہ ہوتا تو فرمایا

کرتے تھے کہ میرا ذہن جہاں تک پہنچ سکتا ہے اول ہی مرتبہ پہنچ جاتا ہے، پھر نہیں پہنچتا۔ پھر جہاں شبہ رہتا صاف فرمادیتے مجھے اس مقام میں شرح صدر نہیں۔ اور کتاب لے کر کسی ماتحت مدرس کے پاس جاتے۔ (مولانا خود صدر مدرس تھے باقی سب ماتحت ہی تھے)۔ اور شاگردوں کی جگہ بیٹھ کر پوچھتے۔ وہ بھی مزاج سے واقف تھے، نہ اٹھتے نہ صدر مقام پر بیٹھنے کو عرض کرتے۔ اور وہاں سے آکر صاف فرمادیتے کہ میں نے ان مولوی صاحب سے پوچھا ہے۔ انہوں نے یہ مطلب بتایا ہے!! اہل اللہ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۵/ ۲۵، ۲۶) اس میں حضرت کی تواضع کے کئی واقعات آگئے۔

۵۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ: (۱۲۶۸۔ ۱۳۳۹ھ) حضرت اپنے تلامذہ کے ساتھ اس طرح اختلاط وارتباط وانبساط رکھتے کہ دیکھنے والا کبھی نہ سمجھ سکے کہ یہ اس مجمع کے مخدوم ہیں۔ (ذکر محمود: ص ۱۳۳ مشمولہ میرے اکابر)۔ کسی سے کسی خدمت کی فرمائش کرنے کی عادت نہ تھی۔ بلکہ اکثر مہمانوں کے لئے کھانا مکان سے اپنے ہاتھ میں لاتے اور خود کھلاتے۔ (مصدر سابق: ص ۱۳۴) حضرت مولانا (شیخ الہند) نے ارشاد فرمایا کہ بارہا گنگوہ کی حاضری کے وقت خیال ہوا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ سے حدیث کی اجازت کی درخواست کروں۔ مگر معاً ہی یہ خیال مانع آگیا کہ اگر حضرت پوچھ بیٹھیں: تجھ کو آتا ہی کیا ہے جو حدیث کی سند مانگتا ہے تو کیا جواب دوں گا؟ بس یہ سوچ کر رہ گیا۔ اللہ اکبر! کچھ حد ہے تواضع کی! (مصدر سابق: ۱۳۶)

مدرسہ عالیہ دیوبند میں اہل علم کا ایک خاص جلسہ تھا۔ جس میں اس پر کلام ہورہا تھا کہ آج کل طلباء اکثر بد استعداد کیوں ہوتے ہیں؟ اور سب بالاتفاق اس کا سبب طلباء کی کوتاہیوں کو بتلارہے تھے۔ مثلاً مطالعہ نہ دیکھنا، سمجھ کر نہ پڑھنا، اپنی رائے سے سبق شروع کردینا، سبق چھوڑ دینا وغیرہ۔ ایک صاحب جو کسی مدرسے میں مدرس تھے اور حضرت مولانا کے شاگرد بھی تھے اور طبعاً ذرا دلیر بھی تھے، بے ساختہ بول اٹھے کہ کیوں حضرات! سب طلباء ہی پر الزام ہے، مدرسین کی کوئی خطا نہیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا ہاں بھئی! وہ تم بتلاؤ۔ وہ بولے کیا یہ مدرسین کی غلطی نہیں ہے کہ کسی طالب علم نے کوئی بات پوچھی، بجائے اس کے کہ شفقت سے اس کا شبہ رفع کریں، جھاڑ کی طرح اس کے پیچھے لگ گئے۔ اور الزامی جوابوں سے اس کے سر ہوگئے۔ وہ بے چارہ خوف زدہ ہوکر چپ رہ گیا۔ اور وہ شبہ جوں کا توں رہ گیا۔ تو اس فن میں کیا استعداد ہو؟ تو مولانا کیا فرماتے ہیں: ہاں بھائی ہاں! سچ کہتے ہو یہ عیب تو میرے اندر بھی ہے۔ وہ بے چارے بے حد شرمندہ ہوئے

کہ حضرت والا جو میرا یہ مقصود ہو؟ نعوذ باللہ حضرت کو تھوڑا ہی کہتا ہوں۔ ہنس کر فرمانے لگے: تم نہ کہو، مجھ کو تو معلوم ہے، میں تو کہتا ہوں۔ (مصدر سابق: ص ۱۳۷، ۱۳۸)

۶۔ قدوۃ العلماء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ: (۱۲۶۹۔۱۳۴۶ھ) مولانا (خلیل احمد سہارنپوری) میں حضرات سلف کی سی تواضع تھی کہ مسائل واشکالات علمیہ میں اپنے چھوٹوں سے بھی مشورہ فرماتے تھے اور چھوٹوں کی باتوں کو شرح صدر کے بعد قبول فرمالیتے تھے۔ چنانچہ بعض واقعات نمونے کے طور پر پیش ہیں:

ایک بار سفر بہاولپور میں اس احقر (حضرت تھانوی) سے ارشاد فرمایا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول ہدایا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے سے اشراف نفس نہ ہو، مگر سفر میں اکثر داعی کی عادت ہوتی ہے کہ مدعو کو کچھ ہدیہ دیتے ہیں۔ اس عادت کے سبب اکثر خیال بھی ایسے ہدایا کا ذہن میں آجاتا ہے۔ سو کیا خیال آنا بھی اشراف نفس وانتظار میں داخل ہے، جس کے بعد یہ ہدیہ لینا خلاف سنت ہے؟ اس حقیر میں کیا قابلیت تھی کہ ایسے عظیم الشان عالم اور عارف کے سوال کا جواب دے سکوں، لیکن چونکہ پوچھنے کے انداز سے جواب دینے کا حکم معلوم ہوتا تھا اس لیے جواب عرض کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں اس میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اس احتمال کے بعد دیکھا جائے کہ اگر ہدیہ نہ ملے تو آیا جی میں کچھ ناگواری پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ناگواری ہو تو یہ خیال آنا اشرافِ نفس ہے۔ اور اگر ناگواری نہ ہو تو اشرافِ نفس نہیں ہے۔ اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور دعا دی۔

اس واقعے میں مولانا کے چند کمالات ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تواضع جس کے سلسلے میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے دقیق تقوی کہ اشراف کے احتمال بعید تک نظر پہنچی اور اس پر عمل کا اہتمام ہوا۔ تیسرے اتباع سنت جیسا کہ ظاہر ہے۔ چوتھے اپنے معاملے میں اپنی رائے پر اعتماد نہیں کیا، ورنہ جس کی نظر اتنی دقیق ہو کیا اس فیصلے تک وہ نظر نہیں پہنچ سکتی تھی؟ (خوان خلیل: ص: ۱۶۴، ۱۶۵ ملخصاً مشمولہ میرے اکابر)۔

۷۔ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ: (۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ) حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کا قلب بڑا نورانی تھا۔ میں ان کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہوجائیں! (جامع کہتا ہے اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے اس تواضع اور انکساری کا)۔ (ملفوظات حکیم الامت ۱۱/ ۷۸) حضرت نے فرمایا کہ بعض لوگ مجھے خطوں میں گالیاں لکھ کر بھیجتے ہیں مگر میں کچھ

خیال نہیں کرتا۔ ردی میں ڈال دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ غیر مرید کا تو مجھے کچھ خیال نہیں ہوتا، البتہ اگر مرید سے کوئی بے جابات ہو تو اس سے ضرور تحقیق کرتا ہوں۔ اس سے حضرت والا کا کمال تواضع عفو و حلم و حسن خلق وتربیت مریدین ثابت ہے۔ (ملفوظات علیم الامت: ۲۳/ ۲۳۱)

حضرت نے فرمایا کہ ہمارے سب بزرگوں کی امتیازی شان تواضع اور فروتنی تھی۔ (علم و عمل میں بڑے بڑوں سے ممتاز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتے تھے اور فرمایا کہ میں الحمد للہ کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میں ہر فاسق میں حالاً اور ہر کافر میں مآلاً یہ احتمال سمجھتا ہوں کہ شاید وہ عند اللہ اس زمانے کے مشائخ و اولیا سے افضل و بہتر ہو۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۴/ ۱۶۳) فرمایا حضرت والا نے مجھے واللہ کبھی وسوسہ بھی نہیں آتا کہ مجھے کچھ آتا ہے۔ اور کوئی فن بھی آتا ہے۔ میں طالب علموں کو بھی اپنے سامنے زیادہ سمجھتا ہوں۔ وعظ کہنے بیٹھتا ہوں تو یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بات غلط نہ بیان ہو جائے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں محض بلا تصنع کہتا ہوں۔ ہاں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ خدمت دین کی جو مجھ سے ہو سکے اس کی توفیق دے، اور اس میں عمر ختم ہو جائے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲۰/ ۱۷۵)

حضرت نے فرمایا: جس طرح میں دوسروں کی اصلاح کے طرق سوچتا رہتا ہوں، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اپنی اصلاح کے طریق بھی سوچتا رہتا ہوں۔ مسلمان کو تو مرتے دم تک اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہیے۔ اس پر بھی اگر نجات ہو جائے تو سب کچھ ہے۔ اس سے آگے ہم کیا حوصلہ اور ہمت کر سکتے ہیں؟ باقی فضائل و مدارج تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں۔ ہم کو تو جنتیوں کی جوتیوں ہی میں جگہ مل جائے یہ ہی بڑی دولت ہے! (ملفوظات حکیم الامت ۱/ ۱۵۹/ ۱۶۰) جونپور میں وعظ سے پہلے حضرت کی خدمت میں ایک بے ہودہ خط پہنچا۔ اس میں چار باتیں لکھی تھیں۔ ایک یہ کہ تم جولاہے ہو۔ دوسری یہ کہ جاہل ہو۔ تیسری یہ کہ کافر ہو۔ چوتھی یہ کہ سنبھل کر بولنا۔ حضرت نے وعظ سے پہلے مجمع میں خط پڑھ کر سنایا اور چاروں باتوں کا انتہائی تواضع، نرمی اور صفائی سے جواب دیا۔ واقعے کی تفصیل کے لئے دیکھئے! (ملفوظات حکیم الامت ۲۴/ ۱۷۲ - ۱۷۴، اشرف السوانح: ۱/ ۷۲-۷۵)

۸۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ: (۱۲۹۲ - ۱۳۵۲ھ) حضرت کا ارشاد ہے: میں نے سات سال کی عمر کے بعد دین کی کسی کتاب کو بغیر وضو کے ہاتھ نہیں لگایا، اور مطالعہ کے دوران کبھی کتاب کو اپنے تابع نہیں کیا۔ اگر کتاب میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اور حاشیہ دوسری جانب ہے تو ایسی بھی

نوبت نہیں آئی کہ حاشیہ کی جانب کو گھما کر اپنے سامنے کر لیا، بلکہ اٹھ کر اس جانب جا بیٹھتا ہوں جدھر حاشیہ ہوتا۔ (نقش دوام: ص ۹۲: ۹۳)

جب مجلس علمی ڈابھیل قائم ہوئی اور حضرت شاہ صاحب کی بعض تالیفات طباعت کے لیے منتخب کی گئیں، جن کے سرورق پر حسب دستور تعلیمی القاب کے اضافے کیے گئے۔ حضرت نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کر صرف محمد انور شاہ الکشمیری لکھیے۔ یا زیادہ سے زیادہ الاستاذ محمد انور شاہ الکشمیری لکھیے۔ چنانچہ آپ کی تمام تر وہ مطبوعات جنھیں مجلس علمی نے شائع کیا ہے اسی نام وعنوان کے ساتھ شائع کی گئیں۔ (مصدر سابق، ص ۹۶)

حضرت فرماتے ہیں: میں ڈابھیل کے سفر کے لیے پا بہ رکاب تھا۔ اسی دوران جامعہ عباسیہ کے شیخ کا تار ملا کہ اس مقدمہ (بہاولپور) میں تیری شہادت مطلوب ہے۔ میں نے سوچا میں ایک بے عمل شخص ہوں، جس کا دامن زاد آخرت سے خالی ہے۔ شاید مجھ روسیاہ کی نجات کے لیے یہی چیز کارآمد ہو کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حمایت کے لیے آیا ہوں اور ختم نبوت کی جانبداری میرے لیے ذریعہ نجات بن جائے۔ (مصدر سابق: ص ۹۷) حضرت کی غایت تواضع کے شاہد عدل ہیں یہ واقعات!

۹۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ: (۱۲۹۶۔ ۱۳۷۷ھ) حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری (متوفی ۱۳۸۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوپی میں میری تقریر تھی۔ رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر لیٹ گیا۔ بیداری اور نیند کے درمیان مجھے محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں دبا رہا ہے۔ میں نے کہا خیر مجھے عادت بھی ہے۔ کوئی دوست ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ مٹھی تو عجیب قسم کی ہے۔ باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جارہی ہے۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت شیخ مدنی ہیں۔ فوراً پھڑک کر چار پائی سے اتر پڑا اور ندامت سے عرض کیا حضرت کیا ہم نے اپنے لیے جہنم جانے کا خود سامان پہلے سے کم کر رکھا ہے کہ آپ بھی ہمیں دھکا دے کر جہنم بھیج رہے ہیں؟ شیخ نے جواباً فرمایا آپ نے دیر تک تقریر کی تھی۔ آرام کی ضرورت تھی، اور آپ کی عادت بھی تھی اور مجھ کو سعادت کی ضرورت! ساتھ ہی نماز کا وقت قریب تھا، میں نے خیال کیا آپ کی نماز چلی نہ جائے! تو بتائیے حضرت میں نے کیا غلطی کی؟۔ (مکتوبات شیخ الاسلام: ۱/ ۴۲ ملخصا) حضرت مدنی اپنے نام کے ساتھ غایت تواضع سے ننگ اسلاف لکھا کرتے تھے۔ اس کے معنی ہیں جو اپنے بڑوں کے لئے عار کا باعث ہو! دیکھیے مکتوبات شیخ الاسلام۔

ایک مرتبہ کھتولی میں تبلیغی اجتماع تھا۔ جس میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی (متوفی ۱۳۶۳ھ) رحمہ اللہ تشریف لائے۔ جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ اچانک پتہ چلا کہ قریب کانگریس کا جلسہ ہے، جہاں حضرت مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مولانا الیاس صاحب نے تقریر بند کردی اور فرمایا کہ قریب حضرت مدنی تشریف لائے ہوئے ہیں، سب حضرات چل کی ان کی تقریر سنیں۔ وہاں حضرت مدنی کو پتہ چلا کہ قریب میں تبلیغی جلسہ ہے، اور مولانا الیاس صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں تو انھوں نے اپنی تقریر ختم کردی، اور لوگوں کو تبلیغی جلسے میں شرکت کی ہدایت فرما کر دیو بند روانہ ہو گئے۔ جلسہ نہ یہاں ہوا اور نہ وہاں! (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے حیرت انگیز واقعات: ص ۱۵۸ ملخصاً) اس واقعے سے دونوں بزرگوں کی تواضع اور اخلاص اظہر من الشمس ہے۔

۱۰۔ **شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ: (۱۳۰۵-۱۳۶۹ھ)** حضرت عثمانی، حضرت مدنی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: بعض مقامات پر جو ناشائستہ برتاؤ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ کیا گیا ہے تو میں اس پر اظہار بیزاری کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی سیاسی رائے خواہ کتنی ہی غلط ہو ان کا علم وفضل بہر حال مسلم ہے۔ اور اپنے نصب العین کے لئے ان کی عزیمت اور ہمت اور انتھک جدو جہد ہم جیسے کاہلوں کے لیے قابل عبرت ہے۔ (کمالات عثمانی: ص ۶۱۸) سیاسی اختلاف رائے کے باوجود حضرت مدنی کا اور اپنا تذکرہ جس انداز سے فرمایا گیا ہے وہ کمال تواضع کی کھلی دلیل ہے۔

اکابر دیو بند کے کمالات کا ذکر فرما کر حضرت مفتی محمد شفیع (متوفی ۱۳۹۲ھ) رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک مصرع کہا ہے جس کا مصرع ثانی اب تک کوئی نہ کہہ سکا: ایک مجلس تھی فرشتوں کی جو برخواست ہوئی۔ (البلاغ ۲/ ۹۲۶، خصوصی اشاعت بیاد فقیہ ملت)۔ یہاں تک دس اکابر دیو بند کی تواضع کے کچھ واقعات عرض کئے گئے ہیں۔ شاید آئندہ کوئی اور قسط بھی اس مضمون کی لکھی جائے جس میں باقی حضرات کے اس کمال کا تذکرہ ہو۔ واللہ ہو الموفق۔ اب اس شعر پر مضمون ختم کرتا ہوں:

احب الصالحين ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحا

نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور خود نیک نہیں ہوں۔ شاید اس کی برکت سے اللہ تعالی نیکی کی توفیق عطا فرمائیں۔